ہفت روزہ
خدام الدین

بانی
شیخ التفسیر
مولانا احمد علی لاہوری
قدس اللہ سرہ العزیز

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت

حافظ نور محمد
انور

سلام اے صاحبِ لولاک اے محبوبِ یزدانی
سلام اے رہبرِ بے باک اے مطلوبِ رحمانی

ترا آنا تھا وجہِ خیر و برکت دونوں عالم میں
میسر آگئی کونین کو تنویرِ سبحانی

تری تشریف فرمائی سے دنیا کا چلن بدلا
تری تکمیل سے کامل ہوا ہے دینِ ربانی

بلند اسلام کا پرچم کیا تو نے زمانے میں
جہاں میں گونج اٹھی چار سو آوازِ حقانی

گرا جو تیرے قدموں میں ہوا رتبہ بلند اُس کا
رہا دشمن کا ڈر اس کو نہ کوئی خوفِ سلطانی

ہے تو ختم الرسل نورِ سبل مولا نے کل مولا
شہادت دے رہی ہیں پے بہ پے آیاتِ قرآنی

تری ذاتِ مقدس پر مصائب کس قدر ٹوٹے
مگر ٹوٹا نہ پھر بھی تیرا صبر و ضبط لاثانی

جہاں میں تیری آمد سے چراغِ حق ہوا روشن
مٹی تاریکیٔ باطل پھر آیا عہدِ نورانی

فدا ہوں جان و دل سے اے رسولِ ہاشمی تجھ پر
یہ حسرت ہے کہ مل جائے ترے روضے کی دربانی

کرو شام و سحر انور ثنائے سرورِ عالم
اندھیری قبر میں مطلوب ہے گر نورِ ایمانی

۲۹ نومبر ۱۹۸۵ء
دو روپے

نقطۂ نظر

"ہم زباں قدسی بنے جب چھڑا ذکرِ جمیل"

ماہ ربیع الاوّل

> استحصالی قوتیں، رجعت پسند عناصر اور ظالم حکمران نہیں چاہتے کہ عامۃ المسلمین پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انقلابی تعلیمات سے واقف ہوں

ربیع الاوّل وہ مہینہ ہے جس میں اسلامیانِ عالم ربّ العالمین کے اس احسانِ عظیم کی یاد مناتے ہیں جو اس نے اپنی مخلوق پر آج سے چودہ سو برس پہلے رحمت کائنات فخرِ موجودات شفیع امم نبی خاتم حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مبعوث فرما کر کیا تھا —— یہ مہینہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جب کائنات عالم سے انسانی شرف و مجد عنقا ہو گیا، جو طاقتور تھے انہوں نے کمزوروں پر اپنا تسلّط جما لیا، اخلاق و شرافت نام کی کوئی شئے دنیا میں باقی نہ رہی، شاہانِ روم و ایران اپنے تئیں مافوق البشریت سمجھنے لگے تھے —— بستیوں اور شہروں میں انسان ضرور آباد تھے مگر جنگلوں میں درندوں کا معاشرہ ان سے زیادہ مہذب اور پُر امن تھا۔ انسان انسانوں کا شکار کرتے، آدمی آدمیوں کی بندگی و پرستش کیا کرتے تھے —— غرضیکہ جب انسانیت کا گھر اُس کے اپنے ہاتھوں جہنّم کدہ بن گیا، نیکی کا باغ ویران ہو گیا، بدی نے ہر جگہ ڈیرے ڈال دیئے، خدائے وحدہٗ لاشریک کا گھر پتھر کی مورتیوں سے بھر دیا گیا۔ ضلالت و گمراہی اور ظلم و استبداد کی بادِ صرصر نے انصاف اور سچّائی کی روشنیاں گل کر دیں۔ اس وقت عرب کی بے آب و گیاہ وادیوں سے ایک انسان اٹھا جس کا پوری کائنات میں کوئی ثانی نہیں، اس نے تنِ تنہا وقت کے فرعونوں اور نمرودوں کو للکارا، وہ دُعائے خلیلؑ بن کر آیا، وہ حضرت مسیحؑ کی بشارت کا ظہور کامل تھا۔ وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس نے انسانیت کو اس کی لُٹی ہوئی دولت اور چھینا ہوا شرف واپس دلایا۔ اس کی آمد سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدّام الدّین

لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۲۰

—— بیاد ——

جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

—— رئیس الادارہ ——

حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت

عبدالرشید انصاری

ظہیر میر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

—— چندہ سالانہ ——

سالانہ -/۸۰ روپے

ششماہی -/۴۵ روپے

۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

ناشر میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

درسِ حدیث

—— مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب ——

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوْنُھُمْ —— اَلْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ وَالْمُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ کا حق ہے۔ ایک وہ مکاتب جو اپنی قیمت ادا کرنا چاہتا ہو۔ دوسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاک دامنی کا ارادہ رکھتا ہو، تیسرا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔ اس حدیث کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

ربط: گذشتہ احادیث میں ترغیب نکاح و فوائد نکاح اور صالح عورت سے نکاح کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس حدیث پاک میں ایسا مصلحت آمیز نکاح کرنے والے انسان کے ساتھ اللہ کی طرف سے نصرت اور اعانت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی نصرت اور امداد کی خوشخبری سنائی ہے۔ مکاتب۔ نکاح کرنے والا اور مجاہد۔

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جسے مالک اس شرط پر آزاد کرے کہ وہ اپنی قیمت مالک کے سامنے ادا کرے۔ نکاح کرنے والے کی تعریف مشہور ہے اور مجاہد وہ ہوتا ہے جو اعلاءِ کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لئے دشمنانِ دین سے لڑے مگر پہلے دو کے ساتھ نیّت کی شرط ہے۔ یعنی مکاتب کی نیت ہو کہ قیمت ادا کروں گا۔ اور نکاح کرنے والے کی نیّت ہو کہ پاک دامن رہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں شخص اللہ تعالےٰ کو محبوب ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ غیبی نصرت کا وعدہ ہے۔

خلاصہ: نکاح کی غرض و غایت پاک دامنی اور عفت ہونا چاہیئے نہ کہ شہوت پرستی۔ نیز بیوی کے اخراجات سے گھبرانا نہیں چاہیئے اللہ پاک نصرت فرماتے ہیں۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَزَوِّجُوْہُ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: نقل ہے ان ہی سے (ابوہریرہ) کہا انہوں نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کو نکاح کر دو ورنہ زمین میں فتنہ اور لمبا چوڑا فساد ہو گا۔

ربط: پہلی احادیث میں نیک اور صالحہ لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب گذری ہے اور اس حدیث پاک میں نیک لڑکی کا نیک لڑکے سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نیک لڑکی کے لئے

(باقی ۱۷ پر)

ہدایت ونجات کا وہ آفتاب عالم تاب طلوع ہُوا جس کی ضوفشانیاں کبھی ماند نہ پڑیں گی سہ

کذب نے جب صدق کو ظلمت میں پنہاں کر دیا
ایک امیؐ نے چراغِ حق فروزاں کر دیا

وہ "چراغ حق" خدائے قدوس کی آخری کتاب اور اس کے محبوب پیغمبرؐ کی سیرت طیبّہ تھی۔ بلاشبہ چھٹی صدی عیسوی کا ماہ ربیع الاوّل پھر لوٹ کر نہ آیا (اور نہ آئندہ کبھی آئے گا) لیکن کتاب النبی اور اسوۂ پیمبری کا روشن مینار رہروانِ حق کی ہمیشہ رہنمائی کرتا رہے گا۔

ماہِ ربیع الاوّل ہر سال حریتؔ و مساوات کے اس حقیقی اعلان سے ہمکنار جلوہ فگن ہوتا ہے جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر قیامت تک کے لیے فرما دیا تھا کہ:

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوی۔

کسی عربی کو نہ کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، اسی طرح نہ کسی کالے کو گورے پر تفوق ہے اور نہ گورے کو کالے پر، ہاں وجہِ فضیلت و برتری اگر ہے تو صرف تقویٰ اور خوف خدا ہے۔

ربیع الاوّل میں ہمارے ہاں سیرت النبیؐ کے موضوع پر بڑے بڑے جلسے منعقد ہوتے ہیں میلاد کی محفلیں برپا ہوتی ہیں اور عامۃ المسلمین مختلف النوع تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سب پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلّم سے والہانہ عشق کا مظاہرہ ہوتا ہے جو اس عصرِ پُرفتن میں بڑی غنیمت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موقعہ پر عوام کے نیک اور پاکیزہ جذبات کو تعلیمات نبویؐ کے عام کرنے کا ذریعہ بنایا جائے مگر دشمنان اسلام سازشوں اور اپنے آلہ کار عناصر کی وساطت سے ایسا ہونے نہیں دیتے۔ نیز وہ استحصالی قوتیں اور ظالم حکمران جو عوام کو اپنے جبر کے شکنجہ میں جکڑے رکھنا چاہتے ہوں انہیں گوارا نہیں کہ عام مسلمان حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان انقلابی تعلیمات سے واقف ہوں جن پر عمل پیرا ہو کر ریگزار عرب کے چرواہوں نے قیصر و کسریٰ جیسی سلطنتوں کے غرور و تکبر پاؤں تلے روند ڈالے تھے۔ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختم المرسلینی اور ربّ السمٰوات والارض کی توحیدِ خالص کے ایک نکتہ پر متحد ہو کر ان بادیہ نشینوں نے دُنیا سے ظلم و استحصال کا جنازہ نکال دیا تھا۔

ماہ ربیع الاوّل تقاضا کرتا ہے کہ اس درس حریت و مساوات حقیقی کو پھر سے عام کیا جائے جو خدا کے آخری پیغمبرؐ نے دنیا کو دیا تھا کہ:

انما هلک من کان قبلکم
انهم کانوا یقیمون
الحد علی الوضیع
ویترکون الشریف
والذی نفسی لو فاطمة
فعلت ذالک لقطعت
یدها۔

(بخاری۔ اقامۃ الحد علی الوضیع الشریف)

تم سے پہلی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ ان کے ہاں نچلے درجے کے لوگوں پر قانون نافذ کیا جاتا تھا۔ انہیں سزائیں دے دی جاتی تھیں اور بڑے لوگ چھوڑ دیئے جاتے تھے ... قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر (جگر گوشۂ رسولؐ) فاطمہؓ چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

جلسہ ہائے سیرت، محافل میلاد اور عشقِ رسالت کے یہ غلغلے لائق تبریک ہیں لیکن سچائی کا پیغام عام کرنے، قیام انصاف کے لیے جدّوجہد کرنے، محروموں کو ان کا حق دلانے اور ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے کا فریضہ اگر پوری

باقی ۱۱



رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم

اُنہوں نے خون کے پیاسوں کو باہم گلے مِلا دیا

اِسلام اپنے اصولوں کی صداقت اور پیغمبرِ اسلام کے حسنِ اخلاق سے پھیلا ہے

۲۴ نومبر ۱۹۷۲ء کو نمازِ جمعہ کے اجتماع سے

اِمامُ الھُدیٰ جانشینِ شیخُ التفسیر حضرت مولانا عُبیدُ اللہ انور قدس سرّہٗ کا خطاب

ترتیب و تحریر:۔ عبدالرشید انصاری

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

نٓ o وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ o مَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ o وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ o وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ o فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ o بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ o

(سورہ القلم آیت ۱ تا ۶)

قلم کی قسم ہے اور اس کی جو اس سے لکھتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں اور آپ کے لیے تو بے شمار اجر ہے۔ اور بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں۔ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے

اسلام مذہب اخلاق ہے۔ اس نے دنیا کو باہمی الفت محبت کا سبق دیا اور اجتماعی زندگی میں ہر کسی کو دوسرے کے مال و جان اور عزت و راحت کا احترام کرنے کا حکم دیا۔ جس کی وجہ سے اسلام بڑی تیزی کے ساتھ دنیا کے ہر گوشہ و خطّہ میں جا پہنچا پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام رحمۃ للعالمین اور معلّم الاخلاق بن کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپؐ نے ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو باہم گلے ملا دیا۔ اپنی پوری تریسٹھ سالہ زندگی میں کبھی کسی پر زیادتی نہ کی۔ کبھی کسی کو ایذا نہ دی۔ کبھی کسی کا کوئی حق غصب نہ کیا۔ اختیار و اقتدار ہوتے ہوئے بھی اپنے لیے کچھ نہ لیا ہمیشہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دی — کائنات خداوندی میں افضل اور عظیم ہونے کے باوجود اپنے ساتھیوں پر اپنی عظمت و برتری کبھی نہ جتلائی نہ اپنے لیے وسیع و عریض ایوان اور فلک بوس محل تعمیر کرائے اور نہ قیمتی فرش بچھوائے بلکہ فرمایا حقوق معیشت میں تو اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ یعنی خود مجھے بھی یہ حق نہیں کہ اپنے لیے دوسروں سے زیادہ آسائشیں اور سامان راحت جمع کروں اور دنیاوی سامان و اسباب کی فراوانی کی وجہ سے اوروں پر خود کو افضل و برتر ثابت کروں۔ مجھ میں اور دنیا بھر کے لوگوں میں فرق اور برتری کی بات یہ ہے کہ یُوْحٰی اِلَیَّ مجھ پر اللہ العالمین کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے۔ اور مجھے خلعت نبوّت عطا کی گئی ہے۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے ایک دفعہ حضرت اقدس میں عرض کی کیا نجات کا دار و مدار اعمال پر ہے؟ فرمایا نہیں!

فضل الٰہی پر ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا آپ کی نجات بھی؟ ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ میری نجات بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہو گی۔

آپؐ رات بھر بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ کھڑے رہتے۔ نہایت طویل رکوع اور سجدے فرمایا کرتے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں بعض اوقات سجدے میں اتنی دیر لگا دیتے کہ ہمیں خوف لاحق ہو جاتا کہ شاید آپؐ دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ کھڑے کھڑے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کی کہ آپؐ عبادت میں اس قدر مشقت اور تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا۔ عائشہ رضؓ! کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

چہ عظمت دادۂ یارب بخلق آں عظیم الشان
کہ اِنّی عَبْدُہٗ گوید بجائے قولِ سبحانی

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کریمانہ ہی تھا کہ دوست تو ایک طرف کبھی دشمن کو بھی آپؐ سے شکایت کی نوبت نہ آئی۔ آپؐ نے صلہ رحمی، عفو و درگزر اور بلند اخلاق کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ بڑے بڑے سنگدل دشمنوں نے عجز و اعتراف سے گردن خم کر دی۔ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو معاف کر دیا۔ جس نے حضرت حمزہ رضؓ کا جسم کا ایک ایک عضو کاٹ کر کلیجہ تک چبا ڈالا تھا۔ کسی طرح کا کوئی انتقام نہ لیا۔ اتنا ضرور فرمایا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو تجھے دیکھ کر مجھے چچا یاد آجاتے ہیں۔ اس معاملہ کا قاتل پر یہ اثر ہوا کہ وہ اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کا جان نثار پیرو کار بن گیا۔ اس نے عمِ پیغمبرؐ کے قتل کا بدلہ چکانے کے لیے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا۔

عفو و تحمّل

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کچھ چیزیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک بدو نے آکر آپؐ کی چادر کو اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں نشان پڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ”اے محمد! (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) میرے یہ ان اونٹوں کو خدا کے مال سے لاد دے۔ تو کچھ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے نہیں دیتا۔“ اس پر آپ خاموش ہو گئے اور نہایت تحمل و بردباری سے فرمانے لگے ”۔ تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔“ اس نے نہایت بے باکی سے کہا۔ ”اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔“ آپؐ نے پوچھا۔ ”کیوں؟“ بدو نے کہا۔ ”آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔“ یہ سن کر آپؐ ہنس پڑے اور درگزر فرمایا۔

ایک دفعہ ایک یہودی زید بن سنہ اپنا قرض لینے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آتے ہی دفعتاً اس نے آپؐ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی اور کہنے لگا۔ اے بنی عبدالمطلب! تم بڑے نادہندہ ہو۔ یہودی کی اس ناشائستہ حرکت پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بڑا غصہ آیا اور اسے سخت سست کہنے لگے۔ آپؐ مسکراتے چلے جا رہے تھے اور فرمایا۔ ”اے عمر رضؓ! میں اور وہ کسی اور ہی بات کے محتاج تھے۔ تم مجھے حسنِ ادا کا حکم کرتے اور اسے حسنِ تقاضا کا۔“ بعد ازاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ ”تیرے اقرار میں تو ابھی تین دن باقی ہیں۔“ اور آپؐ نے اسی وقت قرضہ ادا بھی کر دیا۔ نیز اس بیس صاع غلہ اس وجہ سے زیادہ ادا فرمایا کہ حضرت عمر رضؓ نے اس کی سرزنش کی تھی۔

یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی ہلکی سی جھلک جس میں کبر و نخوت اور عظمت و برتری کے غرور اور دوسروں پر زور و دبدبہ کا شائبہ تک نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور اور ظلم و جبر سے پھیلا وہ بڑی ناانصافی اور سچائی سے چشم پوشی کر رہے ہیں

سوانحی نقوش ـ سیرتِ طیّبہ

گذشتہ سے پیوستہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

○ سید الانبیاء
○ خاتم النبیّین
○ رحمۃ للعالمین

پروفیسر محمد یامین محمدی، کراچی

فرزندانِ والاتبار

۱۔ حضرت قاسم رضؓ (۲) حضرت عبداللہ رضؓ (ان کا لقب طیّب و طاہر تھا) (۳) حضرت ابراہیم رضؓ۔

بناتِ طیّبات

۱۔ حضرت زینب رضؓ (ان کے شوہر ابوالعاص رضؓ بن ربیع تھے) ان کی صاحبزادی حضرت امامہ تھیں۔ (۲) حضرت رقیہ رضؓ (۳) حضرت امّ کلثوم رضؓ (ان دونوں کے سرتاج حضرت عثمان غنی رضؓ تھے) حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد حضرت امّ کلثوم سے نکاح ہوا (۴) حضرت فاطمہ رضؓ (ان کے شوہر حضرت علی مرتضیٰ تھے)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ وَّ اَھْلِ بَیْتِہِ الَّذِیْنَ طَھَّرْتَھُمْ تَطْھِیْرًا۔

چچا

آپؐ کے نو ۹ چچا تھے۔ ان کے نام سیرت ابن ہشام میں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ حمزہ رضؓ (۲) العبّاس رضؓ، (۳) ابو طالب (عبدالمناف) (۴) ابولہب (عبدالعزیٰ) (۵) زبیر۔ (۶) مقوم (۷) ضرار (۸) مغیرہ (۹) حارث۔

لیکن حضرت حمزہ رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ جناب ابو طالب ایمان تو نہیں لائے مگر فدائی اور ناصر ضرور تھے۔ ابولہب دشمنی میں ابوجہل سے کسی طرح پیچھے نہ تھا۔ اس کا ثبوت ”سورۃ ابی لہب“ ہے۔

پھوپھیاں

چھ تھیں، لیکن ایک پھوپھی حضرت صفیہ رضؓ بنت عبدالمطلب نے اسلام قبول کیا۔ ان کے فرزند حضرت زبیر رضؓ تھے۔ جو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے حقیقی بھتیجے تھے اور سیدنا صدیق رضؓ کے داماد تھے اور حواریٔ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ان کے علاوہ دوسری پھوپھیوں کے نام یہ ہیں؛

۱۔ ام حکیم البیضا، یہ حضرت عثمان رضؓ کی نانی تھیں (۲) اروحیٰ۔ (۳) عاتکہ (۴) برّہ (۵) امیمہ۔ بعض مؤرخین نے اروحیٰ اور عاتکہ کے متعلق بھی یہ لکھا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

خلفائے راشدین، مدّتِ خلافت

۱۔ سیّدنا صدیق اکبر رضؓ ۲ سال ۳ ماہ ۹ دن ۲۲ جمادی الاخریٰ روز دوشنبہ ۱۳ھ مطابق ۲۳ اگست ۶۲۴ء کو انتقال فرمایا۔ حجرۂ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ الموسوم بہ گنبد خضریٰ پہلوئے سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔

۲۔ سیّدنا عمر فاروق رضؓ ۱۰ سال ۵ ماہ ۴ دن ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ

کو فجر کے وقت حالت امامت میں ابولولو فیروز مجوسی نے حملہ کیا۔ یکم ۲۴ھ کو انتقال فرمایا۔ گنبدِ خضریٰ پہلوئے سیدنا صدیق رضؓ آرام فرما ہیں۔

۳۔ سیدنا عثمان غنی رضؓ ۱۲ سال ۱۱ یوم۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو انتہائی مظلومیت کی حالت میں شہید ہوئے جنت البقیع (مدینہ منورہ) آرامگاہ ہے۔

۴۔ سیّدنا علی مرتضیٰ ۴ سال ۹ ماہ، ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو ابن ملجم کے ہاتھوں فجر کے وقت جامع کوفہ میں داخل ہوتے وقت شہید ہوتے اور جامع کوفہ کے قریب قصر کوفہ میں دفن کئے گئے۔

عشرہ مبشّرہ رضؓ

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ (۲) حضرت عمر فاروق رضؓ (۳) حضرت عثمان غنی رضؓ (۴) حضرت علی کرم اللّٰہ وجہ (۵) حضرت طلحہ رضؓ (۶) حضرت زبیر رضؓ (۷) حضرت سعد رضؓ (۸) حضرت سعید رضؓ (۹) حضرت عبدالرحمٰن (۱۰) حضرت ابوعبیدہ رضؓ۔

آنحضرتؐ کے مؤذّنین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذّن تھے۔ دو مدینہ طیّبہ میں ایک بلال بن رباح رضؓ اور ایک عمرو بن ام مکتوم قریشی عامری رضؓ نابینا، ایک قبا میں سعد القرظ اور ابو محذورہ اوس بن مغیرہ جمحی رضؓ مکّہ میں۔

کاتبانِ نبیؐ

۱۔ حضرت ابوبکر رضؓ صدیق التیمی

۲۔ حضرت زبیر رضؓ بن العوام الاسدی۔

۳۔ حضرت عامر رضؓ بن فہیرہ رضؓ (۴) حضرت اُبیّ بن کعب رضؓ (۵) حضرت ثابت رضؓ بن قیس بن شماس (۶) حضرت معاویہ بن سفیان الاموی (۷) حضرت عمر فاروق رضؓ العدوی (۸) حضرت عثمان رضؓ غنی الاموی (۹) حضرت علی رضؓ ابن ابی طالب (۱۰) حضرت حنظلہ بن ربیع الاسدی (۱۱) حضرت عبداللہ بن ارقم (۱۲) حضرت عبداللہ رضؓ بن رواحہ انصاری (۱۳) حضرت خالد بن ولید المخزومی (۱۴) حضرت خالد رضؓ بن سعید بن العاص (۱۵) حضرت عمرو بن العاص (۱۶) حضرت مغیرہ رضؓ بن شعبہ ثقفی (۱۷) حضرت زید رضؓ بن ثابت (۱۸) حضرت طلحہ بن عبداللہ رضؓ (۱۹) حضرت سعید رضؓ بن العاص (۲۰) حضرت ابان رضؓ بن العاص (۲۱) حضرت خالد رضؓ بن العاص (۲۲) حضرت شرجیل بن حسنہ۔ (۲۳) حضرت علاوین الحفری (۲۴) حضرت حذیفہ رضؓ بن الیمان رضؓ (۲۵) حضرت حولطب رضؓ بن عبدالعزیٰ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء (حکّام و والی)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملکی انتظام قیام عدل اور رفعِ نزاع کے لئے مختلف مقامات پر متعدد صحابہ رضؓ کو حاکم اور والی مقرر فرمایا۔ ان کے نام حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ باذان بن ساسان بن بلاش ابن ملک

بہرام گور کے خاندان سے تھے یہ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو یمن کا والی مقرر فرمایا۔

۲۔ شہر بن باذان

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ان کے والد کی وفات کے بعد صنعاء اور یمن کے دوسرے اضلاع کا والی مقرر فرمایا۔

۳۔ مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضؓ

کو کندہ اور صدف کا والی مقرر کیا۔

۴۔ زیاد بن لبید البیاضی انصاری

حضرموت کے والی

۵۔ ابوموسیٰ اشعری رضؓ

زبید۔ عدن۔ رمع وغیرہ کے والی تھے۔

۶۔ مُعاذ بن جبل رضؓ

جُند کے والی

۷۔ عتاب بن اسید بن ابی العیص رضؓ بن اُمیّہ

مکّہ کے والی اور ۸ھ میں حج کے موسم میں مسلمانوں کا امیر الحج مقرر کیا۔

۸۔ ابوسفیان رضؓ صخر بن حرب

نجران کے والی

۹۔ یزید بن ابی سفیان رضؓ صخر بن حرب

وادی تیماء کے والی

۱۰۔ خالد بن سعید بن ابی العاص بن امیّہ بن عبد شمس۔

شہر بن باذان کے شہید ہو جانے کے بعد ان کو صنعا کا والی مقرر کیا۔ شہر بن باذان کو الاسوُد عنسی کذّاب نے شہید کیا تھا۔

۱۱۔ عمرو بن سعید رضؓ اور خالد بن سعید بن العاص

وادی القریٰ کے والی

۱۲۔ حکم بن سعید رضؓ برادر خالد و عمرو بن سعید

وادی عربنہ (فدک) کے والی

۱۳۔ ابان بن سعید رضؓ (ان سب کے بھائی

بحرین کے والی جہاں کے نیزے مشہور ہیں۔

۱۴۔ علاء بن الحضرمی رضؓ حلیف بن سعید بن ابی العاص رضؓ۔

قطیف کے والی

۱۵۔ سعید بن ابی العاص رضؓ

۱۶۔ عمرو بن العاص رضؓ

عمان اور اس کے اضلاع کے والی

۱۷۔ عثمان بن العاص ثقفی رضؓ

طائف کے والی

۱۸۔ محمیۃ بن جزعہ بن عبد یغوث رضؓ

تحصیل خمس اور اس کی تقسیم پر مقرر فرمایا۔ جو غزوۂ مریسیع کے موقع پر آپ کے پاس آئے تھے

۱۹۔ علی رضؓ بن ابی طالب

یمن میں تحصیل خمس کے علاوہ وہاں کے فصل مقدمات کے لئے قاضی مقرر کئے گئے۔

۲۰۔ مُعیقب بن ابی فاطمہ الدوسی رضؓ حلیف بنی امیہ بن عبد شمس

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنی انگوٹھی پر نگران مقرر کیا تھا۔

۲۱۔ عدی بن حاتم رضؓ

بنی اسد کے صدقات وصول کرنے پر متعیّن کیا گیا۔

۲۲۔ مالک بن نویرہ الیربوعی رضؓ

بنی حنظلہ بن زید مناۃ بن تمیم کے صدقات کی وصولی پر

۲۳۔ قیس بن عاصم المنقری اور الزبرقان بن بدر

بنی اسد بن زید کے صدقات کی وصولی پر

۲۴۔ حضرت عمر بن خطاب معہ جماعت کثیرہ

بعض صدقات کی وصولی پر والی مقرر کیا (کیونکہ ہر قبیلہ کا الگ والی مقرر کیا جاتا تھا جو صدقات وصول کرے)

۲۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ۹ھ میں حج کے موسم میں حج کے تمام انتظامات کے لئے امیر الحج مقرر کرکے روانہ کیا۔

زمانہ جاہلیت میں آپ کے دوست واحباب وغیرہ

عمرو بن عبسہ السلمی رضؓ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوست تھے۔ اور عیاض بن حمار بن ناجیر زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حرمی تھے۔ یعنی یہ برہنہ طواف کرنے کے بجائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیے ہوئے کپڑوں میں طواف کرتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے دو مذہبی فرقے اور گروہ تھے ایک حُمس دوسرے حِلّ۔ حِلّ زمانۂ جاہلیت میں خانہ کعبہ کا برہنہ طواف کیا کرتے تھے بجز اس صورت کے کہ حُمس کے مذہبی گروہ میں سے کوئی شخص ان کو عاریۃً کپڑا دے دے تب وہ اس کپڑے میں طواف کر لیا کرتے تھے۔ قریش کا تعلق حُمس سے تھا اور بنو مجاشع کا تعلق حِلّ سے تھا عیاض بن حماد رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وسلم) کے دئے ہوئے کپڑوں میں طواف کرتے تھے اور یہ اقرع بن جالس بن عقال کے ابن عم تھے۔ضحاک بن سفیان کلابی رض رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تیغ بردار تھے۔یعنی یہ آپؐ کے پاس گردن میں تلوار لٹکائے کھڑے رہتے تھے۔ اور (حفاظتِ ذات کے مخالف) کی گردن مار دینے کی خدمت پر مامور تھے۔

آپ کے خدام، محافظ

اور شعراء وغیرہ

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ساعدی رض رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپاہیوں میں شامل تھے۔ حضرت مغیرہ رض بن شعبہ بن ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پسِ پُشت تلوار لئے کھڑے تھے۔ حضرت بلال بن رباح نفقاتِ مقررہ کی تقسیم پر مامور تھے۔

حضرتِ امّ ایمن آپؐ کی انّا اور آیا تھیں۔

حضرت انس بن مالک رض حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم تھے۔ (انہوں نے دس سال خدمت کی)

حضرت ذویب بن حلحلہ بن عمرو الخزاعی رض والد قبیصہ بن ذویب یہ حضورؐ کی طرف سے قربانی کے جانوروں پر نگران تھے۔

حضرت رباح بن الاسود رض حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رض یہ دونوں بھی اسی خدمت پر مامور تھے۔

حضرت عمرو بن امّ مکتوم رض (نابینا صحابی) جو قبیلہ بنی عامر بن لوی میں سے تھے۔اُن کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا۔ یہ حضرت بلال بن رباح رض کے ساتھ مدینہ میں مسجد نبویؐ کے مؤذّن تھے۔

ابو طیبہ انصاری رض نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پچھنے لگائے (ان کا نام نافع تھا اور یہ بنی بیاضہ کے غلام تھے)

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شعراء جو اسلام کی طرف سے دفاع کرتے تھے وہ یہ تھے:

کعب بن مالک اسلمی رض، عبداللہ بن رواحہ خزرجی رض، حسان بن ثابت رض یہ سب کے سب انصاری قبیلہ خزرج سے تھے۔

حضرت ثابت بن قیس بن الشماس رض رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقرر کردہ خطیب تھے۔

حضرت ابو قتادہ انصاری آپؐ کے شہ سوار تھے۔

حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری آپؐ کی میزبانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔

حضورؐ کے قاصد

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکّہ سے پہلے سلاطین و امراء کے پاس جن صحابہ رض کے ذریعہ دعوتِ اسلام کے لئے خطوط ارسال کئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔حضرت دحیہ کلبی رض۔ قیصر شہنشاہ روم کے پاس خط لے کر گئے اس شہنشاہ روم کا نام ہرقل تھا اور یہ مذہباً عیسائی تھا۔

۲۔حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رض۔ کسریٰ خسرو پرویز فارس، (ایران) کے بادشاہ پاس خط لے کر گئے۔

۳۔حضرت عمرو بن امیہ الضمری رض۔ نجاشی بادشاہ حبش کے پاس خط لے کر گئے۔ اس کا نام اصحمہ تھا۔

۴۔حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رض۔ مقوقس شاہ مصر کے نام خط لے کر گئے۔ مصر رومی حکومت کے ماتحت ایک ملک تھا۔

۵۔حضرت عمرو بن العاص رض۔

جیفر بن جلندی اور عیاذ بن جلندی فرمانروایانِ عمان کے نام خط لے کر گئے۔

۶۔حضرت سلیط بن عمرو عامر انصاری رض ہوذہ بن علی رئیس یمامہ کے نام اور ثمامہ بن اثال کے نام خط لے کر گئے۔ یہ خط ایرانی حکومت کے صوبہ کسریٰ کے زیر اقتدار تھا۔

۷۔حضرت علاء بن حضرمی رض۔ المنذر بن ساوی رئیس بحرین کے نام خط لے کر گئے۔

۸۔حضرت شجاع بن وہب الاسدی رض۔ یہ قبیلہ اسد خزیمہ میں سے ہیں۔ ان کو حارث بن ابی شمر غسانی اور اس کا ابن عم جبلہ بن الایہم رؤسار بلقاء کی طرف بھیجا (یہ علاقہ دمشق حدود شام میں ہے)۔

۹۔حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی۔ یہ حارث بن عبدالملک حاکم حمیر کے پاس خط لے کر گئے۔

۱۰۔حضرت معاذ بن جبل رض۔ ان کو یمن کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا۔ یہاں کے تمام سردار و رؤساء مسلمان ہو گئے تھے۔

عہدِ نبویؐ کی مساجد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کی تعمیر پر بھی پورا زور دیا تھا اور اس امر کی تاکید فرمائی تھی کہ جو معلّم ہو وہ اپنے مرکز پر عبادت کے لئے ایک مسجد فوراً تیار کرے۔آپ کے عہد مبارک میں بڑی بڑی آبادیوں میں ایک ایک مقام پر کئی کئی مساجد تھیں۔

صرف مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ ۹ مساجد تیار ہو چکی تھیں۔ جن میں علیحدہ علیحدہ پانچوں وقت نماز ہوتی تھی۔

بقیہ: اداریہ

طرح ادا نہیں کیا جاتا تو یہ سب کچھ جو محبتِ رسولؐ کے نام پر کیا جا رہا ہے کتمانِ حق کی کوششوں کے زمرہ میں آجائے گا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

الساکت عن الحق
شیطان اخرس

حق بات نہ کہنے والا گونگا شیطان ہے۔

جن مجرم ضمیر لوگوں کے بارے میں محبوبِ خدا نے اس طرح غصہ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو وہ سیرت کے بیسیوں جلسے منعقد کریں۔ میلاد کی ہزاروں محفلیں سجائیں یا لاکھوں نیازیں پکائیں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ان ریاکاروں سے کبھی راضی نہ ہوگا۔ اسے راضی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ زبانی جمع خرچ کے بجائے اکٹھے ہو کر اس کے پاک پیغمبرؐ کے اسوۂ حسنہ کا دامن عمل کے لیے مضبوطی سے تھام لیں۔ اس نے وعدہ فرمایا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحببکم اللہ

اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

عبد الرشید انصاری

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِسمِ مُبارک کا احترام

سوال: آج کل نہ صرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ بلکہ اکثر مسلمان اور بعض مولوی صاحبان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک عام لوگوں کے ناموں کی طرح لیتے ہیں۔ تقریروں اور تحریروں میں "محمد صلعم" یا "اے محمد" کہتے اور لکھتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کرنا ادب اور تعظیم کے خلاف ہے تو فرماتے ہیں کہ:-

"اصل تعظیم اور ادب دل سے ہے یا چند رسمی الفاظ سے؟ عیسائی ہم لوگوں کی طرح بائبل کو جزدان میں نہیں رکھتے مگر سچی تعظیم کرتے ہیں اور باوجودیکہ حضرت مسیحؑ کو نبوت سے بھی بلند درجہ دیتے ہیں مگر ہمیشہ بے تامل صرف مسیح لکھتے ہیں علاوہ بریں بعض موقعوں پر اختصار کی ضرورت ہے اور بعض مقاموں پر اس وجہ سے کہ زورِ عبارت قائم نہیں رہتا۔"

جواب: بے شک سچا ادب و احترام وہی ہے جو دل سے ہو نہ کہ زبان سے، مگر صرف اس پر موقوف نہیں اور اس کا کوئی خیال اور اعتقاد ایسا نہیں ہے، جس کا گھر دل کی جگہ حلق میں ہو۔ اعتقاد چیز الیسی ہی ہے جو دل اور دماغ دونوں سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ دل کے اعتقاد کا ترجمان کون ہے کیوں کر معلوم ہو کہ یہ دل ابو ذر غفاریؓ کا ہے اور یہ دل ابوجہل شقی کا؟

جواب صاف ہے کہ صرف اعمال اور جوارح کا اعتراف کہ:

"نحن نحکم با الظواھر"

اگر یہ نہ ہو تو پھر دنیا میں سیاہ و سفید کی تمیز اٹھ جائے۔

قانون کو دیکھئے کہ وہ نیت اور ارادے کو ان کی پوری جگہ دینے سے انکار نہیں کرتا لیکن ساتھ ہی اگر عدالت میں جاکر مجسٹریٹ کو "یور آنر" کی جگہ محض "تم" کہہ کر خطاب کیجئے گا تو گو آپ کتنا ہی کہیں کہ تعظیم کی جگہ دل ہے لیکن امید نہیں کہ وہ آپ کو دفعہ ۱۷۷ سے بری کردے۔ مذہب بھی ایک روحانی قانون ہے۔ اس نے خود ہی اعمال بالنیات کا اصول قائم کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اعمالِ ظاہری و لسانی کو بھی اہمیت دیتا ہے اور ہم نے نہایت پتی تعریف عقائد میں اسلام کی تسلیم کر لی ہے۔ "اقرار باللسان و تصدیق بالجنان و عمل بالارکان۔"

آپ کہتے ہیں کہ تعظیم کی اصل جگہ دل ہے میں کہتا ہوں کہ چونکہ دل ہے۔ اسی لیے آج کل تعلیم یافتہ اشخاص کی زبان اور عمل تعظیم سے خالی ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو نام دل کو محبوب و محترم ہو وہ زبان پر گزرے اور محبت و احترام سے خالی ہو اگر آپ کسی کو چاہتے ہیں تو سمجھ سکیں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

قسم بنام تو خوردن دلیل غیرت نیست
بخاکِ پاکِ تو آں ہم کمال بے ادبی نیست

آج کے ارباب تحریر و تقریر کو اکثر دیکھتا ہوں کہ انھوں نے بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے تعظیمی الفاظ کے حوالت سے گھبرا کر "بانی اسلام" کی ایک اصطلاح تصنیف کرلی ہے وہ بلا تامل اپنی تحریر و تقریر میں یہ لفظ بھی بولتے اور لکھتے ہیں اور اس طرح ٹھیک ٹھیک ان کی زبان ان کے دلی الحاد کی ترجمانی کرتی ہے اگر یہ سچ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم ہے تو ان کو بار بار یہ اسم محبوبِ مطلوب درود و صلوٰۃ کے ساتھ لینا تھا کہ محبوب کی یاد کی جتنی تقریبیں نکل آئیں، عین مقصود عشق ہے۔ ایک جلیل القدر محدث سے پوچھا گیا کہ آپ کو علم حدیث سے اس درجہ شوق کیوں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس میں بار بار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ آتا ہے اور اس طرح اس اسم گرامی کے ذکر اور اس پر درود و سلام عرض کرنے کی توفیق اور تقریب ہاتھ آتی ہے۔

یہ نہ سمجھئے کہ محض اعتقاد جوشش و تعظیم احترام اسلامی اعتقاد کا ذریعہ ہے' نہیں بلکہ فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اسمی تعظیم بھی ایسے نصوص و آیاتِ قطعیہ پر مبنی ہے جس سے کوئی قائل قرآن انکار نہیں کرسکتا۔ بنی تمیم کا وفد جب ایک دفعہ مدینہ منورہ میں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ نادانوں نے دروازے پر آپ کا اسم گرامی لے کر پکارنا شروع کیا۔ یا محمد اخرج الینا۔ اللہ تعالیٰ کو اتنی گستاخی بھی گوارا نہ ہوئی ارشاد ہوا:

"اے پیغمبر جو لوگ آپ کو اپنے مکان کے باہر سے نام لے کر پکارتے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جن کو مطلق عقل اور تمیز نہیں۔ بہتر تھا کہ وہ صبر کرتے جب آپ باہر نکل آتے تو مل لیتے۔"

ایک اور آیت میں فرمایا کہ:-

"اے مسلمانو! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کرو تو اپنی آواز کو ان کی آواز سے زیادہ بلند کرکے گفتگو نہ کرو اور نہ بہت زور سے بات چیت کرو جیسا کہ تم آپس میں کیا کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ اس گستاخی کے سبب تمہارے اعمالِ صالح ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

خداوند تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ آپؐ کے جناب میں کوئی اونچی آواز سے گفتگو کرے چہ جائیکہ تعظیم و تکریم کے بغیر نام لیا جائے۔ قرآن کا مطالعہ کیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خداوند تعالیٰ نے پہلے خود آپ کے امتیازی تعظیمی شان کا ہر جگہ نمونہ قائم کیا جائے جس قدر اولو العزم انبیاء سے قرآن میں مخاطب موجود ہے ہر جگہ ان کا اصلی نام لے کر پکارا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام خداوند تعالیٰ کو اس درجہ ملحوظ ہے کہ تمام قرآن میں جہاں کہیں پکارا ہے تو صدائے تکریم و تعظیم سے اور یا پھر صدائے محبت و عشق سے۔

بہتر از زندگی قامت موزوں نازم
یک قبا نیست کہ شائستہ اندام تو نیست

اللہ اللہ جس شہر کی خاک آپ کے قدموں سے مس ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کو وہ بھی اس درجہ محبوب ہے کہ قسم کھاتا ہے۔

"اے پیغمبر ہم شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اور اس لیے کہ تم اس میں مقیم ہو۔"

حقیقت یہ ہے کہ دلی اعتقاد ایک بیج ہے جو بغیر محبت کی زمین بارآور نہیں ہوتا اور محبت کے لیے احترام و تعظیم ناگزیر ہے۔ محدثین نے اس مسئلہ پر بہت بحث کی ہے اور مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی اتباع احکام کی طرح اجباری ہے یا اختیاری، کیونکہ محبت اختیاری شے نہیں در اصل مقصود احکام کی پیروی ہے۔ لیکن غور کیجیے کہ اس سوال کی گنجائش نہیں۔

محبت کی اجباری اور اختیاری کا سوال تو جب پیدا ہو۔ جب محبت اور ایمان دو چیزیں ہوں حالانکہ ایمان تو از سرتا پا محبت ہے اور وہ ایمان ایمان نہیں جو محبت سے خالی ہو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع محبت و محبوبیت الٰہی کے لیے شرط ہے تو محبت بدرجہ اولیٰ شرط ہے "تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب میں اس کے آگے محبوب نہ ہوں، اس کے ماں باپ سے، اس کی اولاد سے اور اتنا ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں سے (صحیحین)

"ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ آپ محبوب تر ہیں مجھ کو تمام چیزوں سے البتہ اپنی جان سے زیادہ نہیں" تو آپ نے فرمایا۔ قسم خدا کی کوئی مومن نہیں ہو سکتا جبتک مجھ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب رکھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تب آپؐ نے فرمایا۔

نبی مکرم علیہ السلام

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

نسبِ مُطہّر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ کو مِنْ اَنْفَسِکُمْ یعنی ف پر زبر پڑھا۔ جس کے معنی یہ ہیں:

بے شک آئے تمہارے پاس
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
تمہارے اشرف اور سب سے
زیادہ نفیس خاندان سے"۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا، کہ میں تم میں سے بہ اعتبار حسب و نسب سب سے افضل اور بہتر ہوں، میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کہیں زنا نہیں، بلکہ نکاح ہے۔ (زرقانی ج ۱، ص ۶۷)

ایک ارشاد میں فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و مرسلین گذرے ہیں کسی طاعن نے ان کے نسبِ مطہرہ میں کلام نہیں کیا، صرف یہود بے بہبود نے حضرت سیدۃ صدیقہ مریم عیسیٰ علیہ السلام کی مادرِ عفیفہ پر تہمت لگائی۔

حق تعالیٰ جلّ شانہٗ نے اپنی کتاب میں نہایت تفصیل سے حضرت مریم کی برأت فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کو بیان فرمایا اور جا بجا یہود پر لعنت فرمائی ہے۔

قیصرِ روم نے جب ابو سفیان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے بارے میں سوال کیا:

کیف نسبہٗ فیکم
"ان کا نسب کیسا ہے"؟

تو صحیح بخاری کے یہ الفاظ ہیں، کہ ابو سفیان نے جواب دیا:

ھو فینا ذو نسب
"وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے"

بزاز کی روایت میں یہ ہے کہ حسب و نسب اور خاندانی شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔

قیصر روم نے کہا یہ بھی انکے نبی ہونے کی ایک علامت ہے، آپ کا خاندان سب سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ قیصرِ روم نے ابو سفیان کا جواب سن کر کہا، پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوتے ہیں۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسۂ نسب جو عالم کے تمام سلاسلِ انساب سے اعلیٰ اور برتر ہے سب سے افضل و برتر ہے وہ سلسلۃ الذہب اور شجرۃ النسب یہ ہے:

سلسلۂ نسب

سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکۃ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن عدنان
(بخاری شریف)

اور عدنان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا بھی مسلّم ہے۔
(زاد المعاد)

عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک بعض تیس پشتیں بتلاتے ہیں۔

مادری سلسلۂ نسب

اوپر والا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے ہے اور یہ والدہ ماجدہ کی طرف سے ہے۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبد المناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرّۃ (ابنِ سعد)

ولادت باسعادت

سرورِ عالم وُلدِ آدم محمد مصطفےٰ احمدِ مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ "فیل" کے پچاس دن بعد بتاریخ ۸، یا بارہ ربیع الاول پیر کے دن صبح صادق کے وقت بمطابق ماہ اپریل ۵۷۰ء ابو طالب کے مکان میں پیدا ہوئے۔

(سیرت مصطفےٰ ج ۱، ص ۴۴)

حضرت عبد اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا جان کا انتقال تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ بیٹے کے زخم خوردہ ضعیف العمر عبد المطلب پوتے کی خوشخبری سن کر گھر آئے اور نو مولود بچے کو خانہ کعبہ میں لے جا کر دعا مانگی۔

(تاریخِ اسلام ص ۱۲)

ولادت کے وقت بعض واقعات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا، جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آئے تو دونوں ہاتھوں سے سہارا دیئے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے اس نور کی روشنی میں شام اور بصریٰ کے محل روشن دیکھے اور خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے بھر گیا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت عبد اللہ فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، میں اس وقت پاس تھی میں نے دیکھا ایک نور ہے جس سے گھر بھر گیا ہے، اور ستاروں کو دیکھا کہ جھکے آ رہے ہیں۔ میں نے یہ گمان کیا کہ میرے اوپر آ کر گر جائیں گے۔

(فتح الباری)

نکتہ

ستاروں کے زمین کی طرف جھک آنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اب عنقریب زمین سے کفر و شرک کی ظلمت اور تاریکی دور ہو گی اور انوارِ ہدایت سے تمام زمین روشن اور منور ہو جائے گی۔

(سیرت المصطفےٰ)

پھر حضرت آمنہ کا دودھ دیا، پھر تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب چھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر میں نے ایک کہنے والی کی آواز سنی، کہ کہاں لے گئے تھے، پھر جواب آیا کہ مشرق کی طرف، پھر اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو میں اوّل اسلام لانے والی ہوئی۔ (طیب)

آتش کدہ بجھ گیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ سے ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا، جس سے ان کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش کدہ جو مسلسل ایک ہزار سال سے روشن تھا، بجھ گیا دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ ان کو دیکھ کر کسریٰ بہت فکر مند ہوا۔

ایک یہودی مکّہ شریف آیا ہوا تھا جس شب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس نے کہا، اے گروہِ قریش، تمہارے ہاں آج شب کو کوئی بچہ پیدا ہوا ہے لوگوں نے کہا معلوم نہیں، اس نے کہا آج رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے، لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا حضرت عبد اللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔

پھر اس یہودی نے آ کر دیکھا اور مہرِ نبوّت کی نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگا کہ نبوت بنی اسرائیل سے تو ختم ہو گئی۔ اے گروہِ قریش، سن رکھو، اللہ کی قسم یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی۔

حضرت عبدالمطلب کا ایک خواب

عبد المطلب نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھنے کا سبب ہوا۔

خواب یہ تھا کہ ایک زنجیر میری پُشت سے نکلی، جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک زمین میں ہے، ایک سرا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے پھر وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتہ پر ایسا نور ہے جو آفتاب سے ستّر (۷۰) درجہ زائد ہے، اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے کچھ لوگ اس کو کاٹنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں جو لوگ کاٹنے والے ہیں وہ اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں اور ایک حسین و جمیل نوجوان ان کو آ کر ہٹا دیتا ہے۔

تعبیر والے نے یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جس کی مشرق و مغرب میں اتباع لوگ کریں گے اور آسمان و زمین والے

اس کی حمد کریں گے۔

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا گیا۔

(روض الانف ج ۱، ص ۱۰۵)

آپ کی والدہ ماجدہ کو بھی خواب میں بتلایا گیا تھا کہ جو حمل ہے جب یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا، ایک روایت میں احمد بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عجیب لطف کی بات دیکھی ہے کہ اللہ تعالےٰ کس خوبی سے قریش کی لعنت ملامت میرے نام پر پڑنے نہیں دیتا۔ وہ مذمم کو بُرا بھلا کہتے اور لعنتیں برساتے ہیں، میرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(بخاری شریف)

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا بدر عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں۔

اسمِ محمد، محمود سے زیادہ بلیغ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کہتے ہیں جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کسی اور بشر کی نہ ہو۔ اس لیے آپ کا نام تورات میں (بھی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ آپ کے اوصافِ حمیدہ اور آپ کی امت اور آپ کے دین کے فضائل و کمالات اتنی کثرت سے ذکر کیے ہیں کہ اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے لگی۔

نامِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے معنی ہیں سب سے زیادہ بہت تعریف و حمد و ثناء کرنے والا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں بہت تعریف کیا گیا۔

احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی احمد الحامدین لربہ، یعنی تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا اور ثنا کا مستحق، اس بنا پر آپ کا نام محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

پھر ایک لمبی بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے احمد بمعنی احمد ہو یا محمد بمعنی احمد الحامدین ہو، یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حمد کو ہر پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی خصوصیت ہے۔

اسی بنا پر سورۃ الحمد خاص کر آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ آپ ہی کی امت کا لقب حمادون ہوا یعنی بہت تعریف کرنے والی امت، اور محشر میں لواء الحمد (حمد جھنڈا) بھی آپ ہی کو ملا۔ اور آپ، صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خاص مقام کا نام مقامِ محمود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شریعت، میں کھانے کے بعد، پینے کے بعد، دعا کے بعد، کپڑا پہننے کے بعد، سفر سے واپسی کے بعد، غرض بہت سے مختلف مواقع پر خدا کی حمد سکھائی گئی ہے، بالخصوص جتنی بھی خصوصیتیں محمد کی آپ کی ذات کے ساتھ ثابت ہوئی ہیں اتنی کسی اور ذات کے ساتھ نہیں ہیں۔

اس لیے احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام پانے کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات منتخب ہوئی، اس لیے بھی کہ جس نے آپ سے پہلے یہ نام رکھا، یا آپ کے بعد یہ نام رکھا یا رکھنا اختیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع میں کیا۔

اللھم صلی علی سیدنا محمد النبی الامیی والہٖ وبارک وسلم
یا رب صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عجیب نکتہ

شیخِ اکبر یہاں ایک عجیب نکتہ لکھ گئے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے، جب ہم کھا پی کر فارغ ہو لیتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں جب سفر ختم کر کے گھر آتے ہیں تو حمد بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کا طویل سفر طے کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدائے پاک کی حمد بیان کریں گے۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

اس دستور کے مطابق مناسب ہے کہ جب سلسلۂ نبوتِ رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد

ہو۔ اس لیے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ بے شک جو ذات حسن و خوبی کی تمام رعنائیوں، زیبائشوں کا مجموعہ ہو اس کے اسماء بھی اسمائی حسن و خوبی کا مجموعہ ہونے چاہئیں۔

(ترجمان السنۃ ص ۴۵۴)

اب چند خصوصی صفات تحریر ہیں:

آپ کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتا تھا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معراج ہوا تو اس سفر سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ تین فرشتے آئے۔ ایک نے کہا، وہ سونے والوں میں کون ہیں، دوسرے نے جواب دیا جو درمیان میں لیٹا ہوا ہے، تیسرے نے کہا، اچھا جو سب سے افضل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو آپ کی آنکھیں سوتی تھیں، اور دل بیدار رہتا تھا اور یہ فرمایا تمام پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے۔

(ترجمان السنۃ ص ۲۳۲)

حضور علیہ السلام کی نظر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے، بلند مقاموں میں کسی مقام پر چڑھے اور فرمایا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہیں جیسے بارش۔

نبی اپنی پشت کی جانب سے بھی دیکھ سکتا ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، میرا قبلہ توجہ صرف سامنے کی طرف ہی سمجھتے ہو، خدا کی قسم میں تمہارا رکوع کرنا اور تمہارا قلبی خوف بھی مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا، میں تمہیں اپنی پشت کی جانب سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں۔

(بخاری)

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بقیہ : طبی مشورے

ہی دن اسہال شروع ہو گئے اور میں نے استعمال ترک کر دیا ہے۔ اب کیا کروں؟ میرا سر اکثر درد کرتا ہے۔ زکام بھی رہتا ہے گلے میں خراش بھی ہے۔

(مولوی محمد حسن شاہ، بھرت ضلع بنوں)

ج: آپ اس نسخہ میں سنا کی شامل نہ کریں اور مقدار خوراک نصف کر دیں۔ نیز روزانہ صبح و شام ایک گلاس نمکین پانی نیم گرم کے غرغرے کیا کریں۔ اور یہ پانی ناک میں بھی چڑھایا کریں انشاء اللہ صحت ہو گی۔

بقیہ : درس حدیث

لڑکا بھی نیک ہونا چاہئے۔ فرمایا ایسا لڑکا ملے تو فوراً نکاح کر دو ورنہ فتنہ و فساد ہو گا۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نیک لڑکی کا بدکار بدچلن لڑکے سے نکاح کرو گے تو بھی فساد ہو گا اور اگر لڑکی کو نکاح کر کے نہیں دو گے دولت مند کا انتظار کرو گے تو بھی فساد ہو گا کہ لڑکی گناہ کی زندگی پر مجبور ہو گی۔

وَعَنْ مَعْقِلِ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: یسار کے بیٹے معقل سے نقل ہے انہوں نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت رکھنے والی کثرت سے اولاد پیدا کرنے والی ہو۔ بے شک میں تمہارے سبب باقی امتوں پر فخر کروں گا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں جو لفظ وَدُوْدُ آپ نے فرمایا ہے اس سے مراد اچھے اخلاق والی عورت ہے جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے اور جو وَلُوْد فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بانجھ نہ ہو کیونکہ وہ باعث برکت نہیں ہے۔ اس کی تفصیل بھی پہلے گذر چکی ہے۔

ازدواجی زندگی کے لیے اسلام کی رہنمائی

مولانا انتظار حسین اسعد قادری

دُنیا کی متاعِ خیر نیک عورت ہے

جو شخص اللہ کے حضور گناہوں سے پاک حاضر ہونا چاہے وہ دنیا میں نیک اور صابرہ عورت سے شادی کرے

زنا کے نقصانات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ مرد و عورت جن کو شادی کی ضرورت محسوس ہو، ضرور شادی کریں کہ عفت و عصمت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اور ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سبب یہی ہو سکتا ہے۔ ربّ العزت نے شادی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ

اور جو تم میں بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اسکا بھی۔ ایامیٰ۔ ایم کی جمع ہے۔ اس کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ جس مرد کی بیوی نہ ہو اس کو ایم بھی کہتے ہیں اور جس عورت کا شوہر نہ ہو اس کو بھی ایم کہتے ہیں۔ پھر چاہے سرے سے ابھی شادی نہ ہوئی ہو مگر شادی ہوئی تھی مگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہو گیا۔ "رجل ایم" بھی کہا جاتا ہے اور "امراۃ ایم" بھی۔ مولانا تھانویؒ اپنے تفسیری ترجمہ میں لکھتے ہیں:

یعنی احرار میں جو بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہُوا ہو یا وفات و طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہے تم ان کا نکاح کر دو اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس نکاح کے لائق ہو یعنی حقوق زوجیت کو ادا کر سکے اس کا بھی نکاح کر دیا کرو اور محض اپنی مصلحت کے خیال سے باوجود غلام، لونڈیوں کی ضرورت ہونے کے ان کی مصلحت کو فوت مت کرو۔

معلوم ہُوا اللہ تعالیٰ نے رشتۂ ازدواج کے قیام کی تاکید فرمائی ہے اور ان تمام مرد و عورت کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے جن کو شادی کی ضرورت ہو حتیٰ کہ غلام جو بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے اس کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ اُن کی بھی شادی ضروری ہے اگر ان میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور پھر اس ذمّہ داری کو ربّ العزت نے قوم کے سر ڈالا ہے تاکہ اس کی اہمیت کا احساس پیدا ہو اور اشارہ کیا گیا ہے کہ شادی کے جو فائدے ہوتے ہیں اس سے پوری قوم مستفید ہوتی ہے اور شادی نہ کرنے کے جو نقصانات ہیں ان کا اثر پوری قوم پر پڑتا ہے کوئی ذی عقل انسان اس بات سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا کہ جائز شادی کا رواج اگر بند کر دیا جائے تو پوری قوم کے اخلاق گندے ہو جائیں گے۔

نکاح فقہا کی نظر میں

بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ شادی کرنا واجب ہے اور کوئی شبہ نہیں۔ احادیث سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے۔ فقہا کرام نے لکھا ہے کہ جنسی میلان حدِ برداشت سے جب باہر ہو جائے اور خطرہ شرعی حدود کے توڑ دینے کا سامنے آجائے یعنی ظن غالب اس خطرہ میں مبتلا ہو جانے کا ہو تو اس وقت نکاح کرنا مؤمن کے لیے واجب ہو جاتا ہے لیکن اگر بے تابی حد سے نہ گزری ہو تب نکاح سنت مؤکدہ ہے۔ اسی طرح اگر ظن غالب ہو کہ حقوق زوجیت ادا نہ ہوں گے تو اس وقت نکاح کی قید میں اپنے آپ کو مقید کرنا شرعاً ناپسندیدہ یعنی مکروہ ہے بلکہ حقوق زوجیت کے متعلق عجز کا جسے یقین ہو ایسے آدمی کے لیے تو نکاح حرام ہے۔

نکاح میں تحفّظ عفّت

بہرحال مذکورہ بالا قرآنی حکم کے سوا حدیثوں میں بھی بڑا ذخیرہ ہے جن میں شادی کی تاکید و ترغیب پائی جاتی ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شادی کرنے والوں پر ضروری ہے کہ جونہی وہ شادی کی ضرورت محسوس کریں شادی کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو اسبابِ جماع کی قدرت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بہت بچاتا ہے۔"

اس حدیث میں جہاں نوجوانوں کو شادی کا حکم دیا گیا ہے وہاں شادی کے فائدے بھی بیان کر دیے گئے ہیں کہ شادی سے عفّت و عصمت پیدا ہو گی اور حرام کاری سے آدمی بچ جائے گا اور گو خطابِ حدیث میں نوجوانوں ہی کی طرف ہے لیکن جنسی میلان میں جن کے فتور اور ضعف کی کیفیت پیدا نہ ہوئی گو نوجوان نہ بھی ہوں، ان کو بھی کرنا چاہیئے۔

نکاح اور افزائش نسل

دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بہت جننے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ اس لیے کہ قیامت کے دن تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۳۸۶

اس حدیث میں نکاح کا بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ مقصد بھی نکاح کا بیان کیا گیا ہے کہ شادی کا منشا توالد و تناسل اور نسلِ انسانی کی بقا ہے تاکہ قوم کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔ مشکوٰۃ میں ایک حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہے:

خوب محبّت کرنے والی اور بہت بچے دینے والی عورت سے شادی کرو، اس لیے کہ تمہاری کثرت سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔"

اس حدیث میں تکثیرِ نسل کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شوہر سے محبت و الفت کرنے والی عورت ہو کہ معاشرتی زندگی کے خوشگوار بنانے کی یہی واحد تدبیر ہے۔ زن و شو میں محبت و الفت ہی کے رشتہ میں سارے خاندان

• وہ مرد مسکین ہے جس کی بیوی نہیں

• وہ عورت مسکین ہے جس کا شوہر نہیں

کی مسرت کی حمایت پوشیدہ ہے۔

نکاح اور پاکدامنی

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شادی کرنے سے انسان بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے بلکہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا سے پاک وصاف

دوسرے گناہوں سے بھی آدمی کو بچالیتا ہے اور یہ کہ شادی ذریعہ بن جاتی ہے شادی کرنے والے کی ہدایت کا بھی اور پھر نجات کا بھی۔

ایک حدیث میں نکاح کو نصف دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

"بندہ نے جب شادی کر لی تو اُس نے نصف دین پورا کر لیا۔"

اللہ تعالیٰ نے نکاح کے حکم کے ساتھ دنیوی و اخروی فلاح کی بشارت دی ہے

جائے تو اس کا دامن عفت و عصمت ملوث نہ ہو تو اس کی شکل یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک وصاف ملنا چاہے اس کو شریف عورتوں سے شادی کرنا چاہئے۔

(مشکوٰۃ کتاب النکاح)

اس حدیث میں شادی سے جو عفت و عصمت اور پاک دامنی حاصل ہوتی ہے اس کا بڑا بلیغ بیان ہے، بلکہ اس میں جو الفاظ آئے ہیں ان سے سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شادی کرنے سے اللہ تعالیٰ

(مشکوٰۃ کتاب النکاح)

غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ گناہوں کے بڑے حصے کا تعلق جنسی میلانات ہی سے ہے۔ شرعی اور آئینی حدود میں اپنے آپ کو جکڑ دینے کے بعد اسباب کی حد تک بے راہروی کے خطرات کم ہو جاتے ہیں۔

نکاح رسولوں کی سُنّت ہے

حضرت عبداللہ بن جبیر رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے مجھ سے کہا۔ تم نے شادی کی؟

میں نے جواب دیا نہیں۔

انہوں نے کہا شادی کرو، کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر فرد بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شادیاں کیں۔

(جمع الفوائد کتاب النکاح عن البخاری)

پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ نکاح تمام انبیاء و رسل کی سنّت رہی ہے اور تقریباً تمام رسولوں نے شادیاں کی ہیں اور بال بچوں والی زندگی گزاری ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:

(ترجمہ): اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے اُن کو بیویاں اور بچے بھی دیے۔ (الرعد-۴)

غیر شادی شدہ حضورؐ کی نظر میں

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین ہے جس کی بیوی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا۔ گو وہ کثیر المال ہو تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ گو وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو (اگر بیوی نہیں ہے وہ مسکین ہے)۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ عورت مسکین

ہے جس کا شوہر نہیں ہے۔

لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ اگرچہ اس کے پاس بہت کچھ مال ہو تب بھی مسکین ہی ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ ہاں تب بھی وہ مسکین ہی ہے۔

ان تمام حدیثوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں عقد ازدواج پر کتنا غیر معمولی اصرار کیا گیا ہے۔ مقصد وہی ہے کہ جنسی میلان کو حدود میں رکھ کر افزائش نسل کا ذریعہ بھی اسی کو بنایا جائے اور عصمت و عفت کے انمول سرمایہ کی حفاظت کا بھی واحد ذریعہ یہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحؒ نے فتح الباری میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ شادی شہوت توڑنے، نفس کو عفیف بنانے اور نسل کی کثرت کے لیے کی جاتی ہے۔

رہبانیت پیغمبرِ اسلامؐ کی نظر میں

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ نکاح سے بعض لوگ پرہیز ہی کو بہتر سمجھتے ہیں تو ان کو فہمائش کر کے شادی کر لینے پر آمادہ کیا۔ حدیث میں عثمان بن مظعون رضؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے عورتوں

سے کنارہ کشی کر لی اور خصّی ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ شہوت کی زحمت سے نجات پائیں اور فارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور رات دن اس میں مشغول رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے اُن کے اس جذبہ کی تردید فرمائی اور بالآخر حضرت عثمان بن مظعون رضؓ کو اس ارادہ سے باز آنا پڑا۔

ایک حدیث میں ہے کہ تین شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر آئے اور آپؐ کی ازواج مطہرات سے آپؐ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ اُن سے آپؐ کی عبادت کی کیفیت بیان کی گئی۔ سُن کر انہوں نے جو رائے ظاہر کی اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید وہ آپؐ کی اس عبادت کو کم سمجھ رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے کہا بھی کہ کہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سارے گناہ اللہ ربّ العزت نے معاف کر دیے اور کہاں ہم سراپا گنہگار۔ ایک نے کہا۔ میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا، میں دن میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور شادی سے ہمیشہ پرہیز کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی جب اطلاع ہوئی تو آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں؟ پھر فرمایا۔ سنو! خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متّقی ہوں، لیکن بایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ یعنی روزے نہیں بھی رکھتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ نکاح بھی کرتا ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ پس جو میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخری حصے سے مجھے ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تنبیہ کی جنہوں نے فخریہ انداز میں کہا تھا کہ عورتوں سے علیحدہ رہیں گے اور شادی سے پرہیز کریں گے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمل پیش فرما کر ان کے خیالات کی تردید کی اور آخر میں فرمایا:

میں شادی کرتا ہوں
پس جو میرے طریقے
سے اعراض کرے گا وہ
مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابوذر رضؓ کا بیان ہے کہ عکاف بن بشر تمیمی رضؓ ایک دن خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ "اے عکاف! تمہاری بیوی ہے؟"

حضرت عکاف رضؓ نے جواب دیا "نہیں"۔

آپؐ نے پوچھا "لونڈی"۔

ترغیب نکاح کے ساتھ وعدہ غنا

اوپر کی حدیثوں کو غور سے پڑھا ہو گا تو معلوم ہُوا ہو گا کہ اسلام انسان کو اور خصوصیت سے اپنے پیرو کو جائز طور پر شادی کرنے کی بے حد ترغیب دیتا ہے اور یہ بھی سُن چکے کہ ناقابلِ برداشت حد تک جنسی میلان کا تقاضا پہنچ جائے تو نکاح اسلام میں واجب ہو جاتا ہے۔ فقہاء اسلام کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معاشی خطرات کو خواہ مخواہ محسوس کر کر کے نکاح سے جو کترانا چاہتے تھے، قرآن میں انہی کو حکم دیا گیا ہے کہ:

(ترجمہ) اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ کشائش والا ہے۔

(نور - ۴)

معاشی مسائل کے متعلق صرف عقلی مشوروں پر جینے والے اوہام اور وساوس میں تہ و بالا ہوتے رہتے ہیں۔ وہی اکثر سوچتے ہیں کہ شادی کیسے کریں؟ افلاس نے گھر میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ بیوی اور پھر بال بچوں کی خوراک و پوشاک کا کیا نظم ہو گا۔ اس قسم کی تنگ خیالیوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلاسہ اور تسلّی دی گئی ہے کہ اس معاملہ کو اتنا پریشان کن نہ بناؤ۔ رزق کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے۔ بار بار قرآن میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ:

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (طلاق ۱۰)

اور وہ اُس کو رزق دیتا ہے جہاں سے اُس کو خیال بھی نہیں گذرتا۔

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ۔ (الانعام)

ہم تم کو اور اُن کو رزق دیں گے۔

مطلب یہی ہے کہ حال پر مستقبل کو قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ الرزّاق ذوالقوۃ المتین پر اعتماد کر کے چاہیئے کہ نکاح کا زمانہ جب آجائے تو آدمی نکاح کر اور اس مسئلہ کو خدا کے سپرد کر دے۔ بیوی اور پھر بال بچوں کے نان نفقہ کا سامان من جانب اللہ ہو گا۔ ممکن ہے بیوی کی شرکت سے خیر و برکت بڑھ جائے۔ بیوی کا خاندان امداد کرے یا کسی جائز ذریعہ معاش کا بندوبست کر دے۔ خود شادی کرنے والے میں شادی کے بعد مستعدی اور ذمّہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی خود بیوی ہاتھ بٹاتی ہے اور کبھی اس طرح کا کوئی دوسرا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔

حالتِ فقر میں

اجازتِ نکاح

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ایک شخص نے فقر کا شکوہ کیا تو آپؐ نے اس کو نکاح کرنے کا حکم فرمایا۔ ماحصل یہ ہے کہ فوری فقر اور تنگ دستی کا خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بالکل خیال نہیں فرمایا اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو نکاح کی اجازت دینے میں پس و پیش فرمایا۔ حدیث کی کتابوں میں واقعات مذکور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فوری فقر میں صحابہؓ کرام کو شادی کا حکم دیا۔ کسی کے پاس کچھ نہ تھا صرف لوہے کی ایک انگوٹھی تھی اور آپؐ نے اسے شادی کا حکم دے دیا۔ کسی صحابیؓ کی تعلیمِ قرآن پر شادی کرا دی جس کے پاس اس کے سوا کوئی دولت نہ تھی۔ کوئی خدمتِ نبویؐ میں آیا اور شادی کی خواہش ظاہر کی اور اُس کے پاس ایک ازار (لنگی) کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے شادی کی اجازت دے دی۔ کسی نے اپنی بیوی کو صرف جوتی دی اور آپ نے شادی کی اجازت دی۔ حد یہ ہے کہ ایک کپ ستو اور کھجور پر شادی کی اجازت دے دی۔

ان حدیثوں کو پیش کر کے کہنا یہ ہے کہ عہد نبویؐ میں خود ذات برکت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے

عرض کی۔ یہ بھی نہیں۔"

یہ جواب سُن کر آپؐ نے فرمایا "صلاحیت رکھتے ہو اور خوشحال بھی ہو پھر بایں ہمہ تم نے شادی سے گریز کیا۔ تب تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔ (جمع الفوائد کتاب النکاح عن رحمہ)

پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی شادی کرا دی۔

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے بھی خدمت نبویؐ میں عرض کیا کہ یا رسُول اللہ! میں ایک جوان مرد ہوں۔ زنا کا خطرہ محسوس کرتا ہوں اور اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ شادی کر سکوں۔ اُن کا منشاء یہ تھا کہ خصّی ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ یہ سُن کر حضورؐ خاموش رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے پھر یہی عذر بیان کیا اور اجازت کی درخواست کی۔ اب کی دفعہ بھی آپؐ نے خموشی ہی اختیار فرمائی۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اپنا سوال دہرایا۔ اب حضورؐ نے خموشی توڑی اور فرمایا۔ اے ابوہریرہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھا جا چکا ہے، تم خصّی ہو یا نہ ہو۔ پھر تم خواہ مخواہ ایک موہوم خدشہ کی وجہ سے غلط اقدام کی اجازت طلب کرتے ہو۔ اسی بنیاد پر اپنے آپ کو خصّی بنا لینا اسلام میں ناجائز ہے۔

بہرحال پیغمبرِ اسلامؐ نے اس شد و مد سے نکاح سے کنارہ کشی کرنے والوں کی اس یے تردید فرمائی کہ یہ اقدام نہایت غلط تھا اور اسلام کی رُوح کے خلاف۔ ایک ایسی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دی ہے، اس کا یہ مصرف کسی طریقہ سے مناسب نہ تھا۔ اگر خدانخواستہ یہ بات اس وقت رد نہ کی جاتی تو آج اس کا بڑا خطرناک انجام ہوتا!

پاکیزہ نفس عورت رسول اللہؐ کی نظر میں

اسلام کا نقطۂ نظر ان ہی وجوہ سے عورت کے متعلق ان راہبانہ وسوسوں سے بالکل مختلف ہے۔ بجائے زہر کے رسول اللہؐ نے فرمایا:

"پُوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے۔

جس دُنیا میں عورت دنیا کی بہترین نعمت ہو اس میں یہ کیوں کر برداشت کیا جا سکتا ہے کہ اس کو ناپاک قرار دیا جائے اور اس سے کنارہ کشی کا حکم فرما دیا جائے۔ باقی یہ سوال کہ نیک عورت دنیا کی بہترین پونجی ہے؟ سوچا جائے تو آسانی سے بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عورت مرد کو بست سے خطرات و سیئات سے محفوظ رکھتی ہے۔ طبیعت کو اس سے تسکین حاصل ہوتی ہے اور فطری بے چینیوں کے ازالہ کا ذریعہ وہی ہے۔ اور یہ ایک مسلّم بات ہے کہ انہی امور کے حصول کے بعد کوئی آدمی یکسوئی سے کوئی نیک کام انجام دے سکتا ہے اور برائیوں سے بچ سکتا ہے ورنہ نفسیاتی خواہشات کی اُدھیڑ بُن سے فرصت ملنا ہی محال ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا:

دنیا کی تمام چیزوں میں میرے دل میں عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا۔
(نسائی کتاب عشرۃ النسا)

حدیثِ نبویؐ میں نکاح کرنے کو نصفِ ایمان کے تحفظ کا ذریعہ بیان فرمایا گیا ہے

اس طرح کے واقعات پیش آئے جو بتاتے ہیں کہ تنگ دستی اور فقروفاقہ کے اس عالم میں شادی کی اور کرائی گئی اور اللہ تعالٰی نے خیروبرکت دی اور رزق کا سامان فرمایا۔

اسلام نے شادی کو اتنی اہمیت کیوں دی؟ اور پیغمبر اسلام نے لوگوں کی شادی ایسی تنگ دستی میں کیوں کرائی؟ سوچا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ سارا اہتمام اس لیے عمل میں آیا کہ عفت وعصمت کی پاکیزہ زندگی میسّر آئے اور اس طرح جائز طور پر بچے پیدا ہوں جس سے پاکبازی پھیلے اور پھر دنیا میں اخلاق اور عزت وآبرو کی مٹی پلید نہ ہوسکے۔

نکاح سے بالکل مجبوری کی حالت میں عفت کی تاکید

ہاں انسان میں شادی کی جب بالکل صلاحیت نہ ہو، نہ بالفعل اور نہ بالقوت، وہ دائمی طور پر مجبور ہو یا اس کو بیوی نہ مل سکے تو ایسی حالت میں اسلام نے اجازت دی ہے کہ اس وقت تک شادی روکی جاسکتی ہے جب انسان میں صلاحیت واستعداد نہ آجائے یا بیوی نہ مل جائے، مگر اس حالت میں بھی اسے عفت اور پاکدامنی کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

(ترجمہ) ایسے لوگ جن کو نکاح کی استعداد نہیں ہے وہ ضبط کریں تا آنکہ اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کردے۔

(نور)

مختصر یہ کہ اسلام نے رشتۂ ازدواج پر زور ڈالا ہے اور بالکل مجبوری کی حالت میں حکم دیا ہے کہ ضبط نفس اور پاکدامنی سے کام لے اور ضبطِ نفس کی جو جائز صورت ہو عمل میں لائے۔ حضورؐ نے ایسے مجبور آدمی کے لیے حکم دیا ہے کہ روزہ رکھ کر خواہشاتِ نفسانی کا زور توڑے۔ ایسا نہ ہو کہ شہوت کا غلبہ کہیں بدکاری پر آمادہ کرے۔

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ وجاء (کتاب النکاح مشکوٰۃ)

جو شخص اسبابِ جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو اُس پر روزہ لازم ہے کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے۔

کتبِ احادیث میں متعدد صحابہؓ کے متعلق تذکرہ ملتا ہے کہ وہ مجبوری کی وجہ سے شادی نہ کرسکے حالانکہ نکاح کی ان کو ضرورت تھی۔ حضورؐ نے اُن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے اس پر عمل کرکے اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھا۔ جب اللہ تعالٰی نے شادی کا سامان فراہم کردیا تو پھر انہوں نے شادی کرلی۔

بقیہ: رحمۃ للعالمینؐ

تھے مستشرقین اور آریہ سماج کو غلط فہمی ہوئی ہے یا وہ تعصب اور ضد کی وجہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا"۔ نہیں نہیں اسلام فولادی تلوار کے زور سے نہیں اپنے اصولوں کی صداقت اور شمشیرِ اخلاق سے پھیلا ہے۔

امتِ مسلمہ اگر آج بھی پورے یقین وایمان کے ساتھ اسلام پر کاملاً عمل پیرا ہوجائے تو آج ہی ذلتوں، خواریوں اور پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے اور دنیا ایک بار پھر اسلام کے پرچم تلے آنے میں نجات محسوس کرنے لگے گی۔

زندگی
بے بندگی
شرمندگی

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجیے —— مدیر

کنز الایمان کا تنقیدی جائزہ

طبع دوم

مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن اور ان کے شاگرد مولوی نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر پر مختلف ممالک پر جب سے پابندی لگی ہے۔ ان حضرات کے خوشہ چین یہاں جز بز ہورہے ہیں۔

اس صورت حال کے پیش نظر اہل علم نے اس طرف توجہ دی تاکہ علمی طور پر اس ترجمہ و تفسیر کا تجزیہ ہوسکے۔ فاضل مصنف مولانا محمد اقبال صاحب نعمانی نے بڑی محنت سے یہ کتاب مرتب کی ہے جس میں ٹھوس علمی انداز سے ترجمہ و تفسیر کی نشاندہی کی گئی ہے۔

نعمانی صاحب نے پیر کرم شاہ صاحب اور کئی دوسرے تراجم کا ترجمہ کنز الایمان کے ساتھ تقابل بھی پیش کیا ہے۔ تاکہ واقفانِ حال اس مکتبہ فکر کے مختلف رُخوں سے واقف ہوسکیں اور رسالہ محاسن کنز الایمان وغیرہ کا مسکت جواب بھی دیا گیا ہے۔ غرضیکہ بریلوی اعلیٰحضرت کی علمی وجاہت سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور حقیقت عیاں کردی گئی ہے جو قابل دید وبہت خوب ہے۔ قیمت -/۱۲ روپے مکتبۃ المدنیہ ۱۷۔ اردو بازار سے حاصل کریں اور خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔

تین رسائل

خوبصورت اور مستند کتب مسلمانوں کی دینی معلومات میں اضافہ کے ساتھ ساتھ عقائد کی پختگی اور عمل صالح کے ذوق کا سبب ہوتی ہیں اور خاص طور پر وہ کتب جن میں اکابر واسلاف کے مستند واقعات ہوں۔

مفتی مولانا بشیر احمد پسروریؒ (جو قطب الاقطاب حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ اور اہل السنۃ کے عقائد و افکار کی پختگی کے لئے بہت سے رسائل بھی تحریر کرچکے ہیں) نے مسلمان نوجوانوں اور بچوں میں فکری رسوخ کے لئے زیر نظر رسالہ تحریر کیا ہے۔ جس کا نام "انوار الصحابیاتؓ" ہے۔ اس رسالہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ مسلمان خواتین کے وہ واقعات جن میں عقیدت واحترام نبویؐ کے واقعات کے ساتھ ساتھ ان کی ان خدمات جلیلہ کا تذکرہ ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان بچوں میں جذبۂ عقیدت اور اسلام کے لئے قربانی کا جذبہ صادقہ پیدا ہوا خصوصاً سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی والدہ مکرمہ سیدتنا صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی اسماءؓ، حضورؐ کی لخت جگر سیدہ زینبؓ کی یتیم بچی سیدہ امامہؓ، ام المومنین اُمّ حبیبہؓ کے واقعات قدرے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ مندرج ہیں۔ یہ

رسالہ مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے خصوصی مطالعہ کی اہمیت کا حامل اسی وجہ سے قیمت واجبی ہے۔

دوسرا رسالہ "فتویٰ امام ربانی بر مرزا قادیانی" ہے۔ حضور ختمی مرتبت علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے بعد جھوٹے نبیوں نے اسلام کو بگاڑنے کی جو مذموم سعی کی۔ اس کی ایک تازہ ترین مثال اور دور حاضر کی رسوائے زمانہ کوشش مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوّت کاذبہ ہے۔ جس کے استیصال کے لئے علماء ربانی روز اول سے ہی بر سر پیکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و احسان سے اس پُرفتن دَور میں اس کا استیصال ہوا۔ قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دئے گئے۔ مگر شومئ قسمت کہ بعض کینہ پرور لوگوں نے اکابر اہل سنۃ دیوبند کو مطعون کرنے کی سازش کا آغاز کر دیا اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر الزامات کا طومار باندھا۔

مولانا عبدالحق خاں بشیر (جو برصغیر کی تاریخ پر مکمل عبور اور دسترس رکھتے ہیں) نے اس الزام کی قلعی کھول دی اور "فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی" کی ترتیب سے مسلمانانِ عالم پر یہ بات آشکار کی جن لوگوں پر یہ ہے کہ ختم نبوت کے کامل نہ تھے۔ مرزا قادیانی کا استیصال انہی کا مرہونِ منت ہے۔ ۹۰ صفحات کے اس رسالہ کی خوبصورت کتابت و طباعۃ ہر قاری کو دعوتِ نظارہ و فکر دیتی ہے۔

تیسرا زیر نظر رسالہ "اہل سنّت و اہل بدعت کی پہچان" مؤلفہ علامہ سعید احمد قادری ہے جس میں دورِ حاضر کے مکروہ ترین فتنہ سبائیت و بدعت کا انسداد علمی انداز سے کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے افزوں ہوتی ہے کہ بدعت کے علمبرداروں نے سنیت کا لبادہ اوڑھ کر ایسا بہروپ دھار لیا ہے کہ عوام الناس کو کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کرنا ممکن نہیں رہا۔ سنّت کے دشمن اور بدعت کے کاروبار میں پوری ڈھٹائی سے علماء اہل سنّت پر اتہام طرازی کرتے اور ان سے عوام کو متنفر کرنے کی مہم پر ہیں۔ ہر طرف سنّت کے نام پر بدعت کا زور ہے۔ یہاں تک کہ سنّت کے پابند افراد کو طرح طرح کے ناموں سے مطعون کرنے کی مذموم کوششوں کا عروج ہے عامۃ المسلمین کی علمی رہنمائی کے لئے اہل سنّت اور اہل بدعت کی خصوصیات اور عادات و خصائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مدارس کے طلباء خطباء اور عام مسلمانوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

ان تینوں رسائل کی قیمت بالترتیب -/۱۵، -/۱۰، اور -/۹ روپے ہے اور یہ تینوں رسائل اہل سنّت کے مشہور طباعتی ادارہ سنّی پبلیکیشنز الوہاب مارکیٹ، لاہور ۲ سے بارعایت طلب کئے جا سکتے ہیں۔ تینوں رسائل کی یکمشت طلب پر ادارہ ڈاک خرچ کا خود ذمّہ دار ہے۔

دعاءِ مغفرت

پیر شریعت و طریقت قاطع شرک و بدعت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلویؒ کی زوجہ محترمہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی ہیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہٗ نے اپنی والدہ صاحبہ کے لئے دعا مغفرت کی درخواست کی ہے۔

ادارہ خدام الدین رنج و الم کے اس سانحہ میں برابر کا شریک ہے۔ (ادارہ)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہیں ہوگی۔

طبی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

خونی بواسیر

س: مجھے بارہ سال سے بواسیر کا مرض ہے۔ مسّے بھی ہیں خون بھی آتا ہے۔ بعض ٹیوبیں استعمال کرتا ہوں لیکن ان سے بھی آرام نہیں آتا۔ جب تکلیف زیادہ ہوتی ہے یعنی خون زیادہ خارج ہوتا ہے تو بہت کمزور ہو جاتا ہوں اور سر میں چکر آنے لگتے ہیں۔ اس مرض کی بنیاد قبض سے پڑی تھی۔ میں دائمی قبض کا مریض تھا۔ لیکن اب ایک سال سے قبض رفع ہو چکی ہے مگر مرض بواسیر سے نجات نہیں مل سکی براہ کرم کوئی علاج بتائیں۔

بشیر احمد خان

جامع مسجد الخالدیہ، کویت

ج: مسّوں پر لگانے کے لئے یہ مرہم بنا لیں اور روزانہ دن میں دو تین مرتبہ مسوں پر لگایا کریں انشاء اللہ مسّے رفتہ رفتہ مرجھا کر ختم ہو جائیں گے۔

۱۔ تنکار بریاں ۲ تولہ (۲) کافور ۲ تولہ (۳) روغن ناریل ۴ تولہ

پہلی دونوں دوائیں خوب پیس لیں اور پھر روغن ناریل میں ملا کر گھوٹ لیں اور محفوظ رکھیں۔ خون بند کرنے کے لئے روزانہ رات سوتے وقت اسبغول کا چھلکا دو تولے، دودھ کی پیالی کے ساتھ کھایا کریں۔ روزانہ ۳ بجے بعد دوپہر ایک پاؤ انار کا پانی نکال کر پی لیا کریں۔ تیز مرچ مسالہ، گائے بھینس کا گوشت، انڈا، مچھلی، بینگن، کریلا، ڈرائی فروٹ۔ غرض ہر گرم اور ثقیل چیز سے پرہیز رکھیں۔ دودھ، دہی، مکھن وغیرہ اور پھل کیلا انار، امرود، سیب وغیرہ بکثرت استعمال کریں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

ضعفِ اعصاب

س: میری عمر ۲۹ سال ہے۔ جب بھی پاؤں کے بل بیٹھتا ہوں۔ بہت جلد پاؤں سو جاتے ہیں۔ اور جلن ہونے لگتی ہے۔ اس کے لئے کوئی تجویز فرمائیں مہربانی ہوگی۔ خدام الدین کے ذریعہ جواب کا منتظر رہوں گا۔

(قاری خدابخش شاہ نکڈر ضلع سرگودھا)

ج: پاؤں کا یا کسی عضو کا سُن ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ اس حصّے میں دورانِ خون کی کمی ہے۔ نیز اعصاب کمزور ہیں اور ان میں کھچاؤ ہے۔

آپ روزانہ پاؤں اور پنڈلیوں پر روغن زیتون کی مالش کیا کریں نیز صبح سویرے ناشتہ سے پہلے ایک چمچہ شہد خالص ایک کپ پانی میں جوش دے کر نیم گرم پی لیا کریں۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل و کرم فرمائے گا۔

دردِ سر کا نسخہ

س: ۲۶ جولائی ۸۵ء کے خدام الدین میں آپ نے دردِ سر کا ایک نسخہ تجویز کیا ہے۔ میں نے یہ نسخہ استعمال کیا تو

(باقی ۷